عصرِ حاضر میں قرآن کا مطالبہ

مولانا محمد سالم قاسمی
مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف)

کتابِ فطرت قرآن کریم نے اقوام وامم کی ترقی وتنزلی کے لیے بطور ضابطۂ فطرت ﴿إن مع العسر يسرا﴾ کو پیش فرمایا ہے۔ یہ ایک اساسی اور فطری ربانی قانون ہے لیکن ہمارے ماضی کی مذہبی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی دائروں میں دوسوسالہ مسلسل ناکامیوں کے زورِ قلم سے اضافہ کردہ داستانیں، آج ہماری مبتذل ''صحافت'' کا مستقل موضوع بن گئی ہیں، جس نے زندگی میں کچھ کرنے کے حوصلے وعزیمت پر مایوسی اور قنوطیت کو غالب کردینے کی انتہائی نامبارک روایت قائم کردی ہے۔

یہ روایت ملکی پیمانے پر قومی دور کی ہے لیکن آج کے بین الاقوامی دور میں محدود اندازِ فکر کو ترک کرکے ہماری اولین ضرورت یہ ہے کہ اربابِ فکر ونظر دورِ حاضر میں عوامی ذہن سازی کے مؤثر ترین اور عالم گیر وسیلے پیپر اور الیکٹرانک میڈیا کو نہ صرف اس یاس اور قنوطیت سے ملت کو یکسر نجات دلانے کو مقصدی حیثیت دیں بلکہ نئی نسل میں فطری قوت کو زیادہ سے زیادہ بیدار کرکے صرف اسلام کی بنیاد پر اپنے اسلامی وجود کی عظمت واہمیت کے ساتھ برقراری کی ضرورت سے ان کو آج کے عالمگیر میڈیا کے ذریعے آشنائی عطا فرمائیں۔ ایک طرف یہ ضرورت ہے وہیں دوسری طرف اس کو بھی سامنے رکھنا ہے کہ ملت کے اسلامی قومی وجود کے شعور کو حرفِ غلط کی طرح مٹادینے کے لیے اکیسویں صدی، عالمی پیمانے پر اپنی بے پناہ مادی، فکری، نظریاتی اور ایجاداتی قوتوں کے ساتھ آپ کی مغرب زدہ نئی نسل پر بطورِ خاص حملہ آور ہے۔

یہاں غیر معمولی طور پر ایک قابلِ غور اور لائق توجہ بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ نئی نسل کے دینی مربی علمائے کرام اگرچہ اپنی عظیم علمی وسعت اور وقیع مخلصانہ جذبۂ خدمت کے باوجود بالعموم نئی نسل کے مانوس طرزِ فکر اور محبوب زبان و

بیان کی مؤثر تعبیر سے نا آشنا ہیں اور طویل تجربات اس پر شاہد عدل ہیں کہ اس نا آشنائی اور ناواقفیت کے نتیجے میں ان کی خدمات کا معتد بہ حصہ بے اثر و بے نتیجہ رہ جاتا ہے۔ اس لیے پھر یہ سوال برمحل اہمیت حاصل کر لیتا ہے کہ عصر حاضر کی لازم کردہ یہ عظیم خدمت وضرورت تکمیل پذیر ہوگی کیسے؟ ممکن ہے کہ اس کا حل یہ پیش کیا جائے کہ ہمارے پاس وقت کی زندہ زبان، نئے طرزِ فکر اور جدید تعبیر و بیان سے واقفیت کے ساتھ ذوق و مزاج رکھنے والا عصری تعلیم سے آراستہ طبقہ بھی موجود ہے جسے ہم بسہولت اس اہم ملی اور دینی خدمت میں استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ جواب ایک حد تک قابل قبول ضرور قرار دیا جاسکتا ہے لیکن قابل لحاظ تجربات کی روشنی میں یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ اس طبقے کے ساتھ بذیل تعلیم جدید، بالارادہ یا بلا ارادہ مغربی تہذیب وتمدن سے فکری اثر پذیری اور جدت پسندی کے تھوڑے بہت وہ جراثیم بھی ساتھ ضرور آئیں گے جو اسلامی عقائد واعمال سے متعارض ہی نہیں بلکہ برملا متصادم ہوتے ہیں، لہٰذا دینی مزاج اور جذبۂ خدمت کے باوجود اس طبقے کو اپنی دینی بنیادوں پر پیش نظر مقصد کے تحت نئی نسل کے لیے تربیتِ دینی کا مدار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز آنے والے دور میں غیر معمولی ارتقا پذیر مادیت کے بالمقابل نئی نسل کی مقصود تربیت کا حق ادا کرنا بھی اس طبقے سے متوقع محسوس نہیں ہوتا، اس لیے آغازِ عمل کے ساتھ ساتھ پیش آنے والے اس دشوار ترین مرحلے کا کامیاب حل اس کے سوا دوسرا نہیں ہے کہ عصری علوم اور دینی علوم کی جامع نئی درس گاہیں قائم کی جائیں اور قدیم صالح اور جدید نافع کے حامل ایسے علماء تیار کیے جائیں جو اکیسویں صدی کی متوقع زبردست مادی ترقی سے نئی نسل کے سامنے آنے والے نئے سوالات، نئے شبہات، نئے اعتراضات اور نئی تلبیسات کے نہ صرف جوابات ہی سے بلکہ ان کے مانوس افکار ونظریات کو ملحوظ رکھ کر ان کی محبوب زبان و اصطلاحات کے ذریعہ انہیں مطمئن بھی کر سکیں اور نئے چیلنجوں کا کتاب وسنت کی روشنی میں تار پود بھی بکھیر سکیں۔

اسلام کی بنیاد پر نئی مسلم نسل کی روشن مستقبل سازی کے لیے اس کا سدباب بھی ضروری ہے کہ گذشتہ صدی ایشیا پر چھائی ہوئی یورپین اقوام کی اسلام کے خلاف برپا کردہ لاتعداد سازشوں میں سب سے زیادہ خطرناک ترین سازش یہ تھی کہ نفسیاتی طور پر مادی علوم کو مقبول بنانے کے لیے ''جدید'' کی اصطلاح کو عالم گیر بنایا گیا اور انسانیت کو انسانیت کا حقیقی مقام رفعت وعظمت عطا کرنے والے اخلاق آمیز ''علوم اسلامیہ'' کو ثانوی درجہ دے کر نا قابلِ التفات بنانے کے لیے ''قدیم'' کی اصطلاح کو عالم گیر بنایا گیا اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ آج بھی ملت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ ان سازشی اصطلاحوں کا شکار ہے۔ اس لیے عصرِ رواں میں اس کا توڑ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ امت کو مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، مدرس اور مفتی عطا کرنے والے مصروف خدمت قدیم مدارس اسلامیہ کو چھیڑے بغیر دینی اور عصری تعلیم کی جامع نسل تیار کرنے کے لیے عالمی پیمانے پر ایسے موقر ومؤثر نئے جامعات ومدارس کی تاسیس کو مستقل مقصدی حیثیت دی جائے کہ جن سے اسلامی نقطۂ فکر کے مطابق مستفید نسل مادی وسائنسی اور اخلاقی

وروحانی دونوں قسم کے علوم سے بدرجہ کمال بہرہ ور ہو اور آنے والے دور کے بالمقابل پوری قوتِ فکری، ہمتِ علمی اور جرأتِ ایمانی کے ساتھ برسرِ پیکار ہو سکے۔

آنے والے دور کے چند اہم ترمطالبات پر یہ عرض داشت بصد احترام پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آج دنیائے کفروشرک کی اسلام کے برخلاف مشترک ومتحدہ عظیم انٹرنیشنل قوت ببانگ دہل خبر دے رہی ہے کہ اگر اربابِ علم و دانشورانِ اسلام نے یہ پیش بندی نہ کی تو کوئی طاقت اس تاریک مستقبل کو روکنے والی نہیں ہوگی کہ جس میں مادی ترقیات کی قیمت ملت اسلامیہ کو اپنی نئی نسل کے ایمان واسلام کی صورت میں خدانخواستہ ادا نہ کرنی پڑ جائے۔

بالفاظ دیگر نئے اور تیز رفتار انٹرنیشنل وسائل علم وخبر کی موجود و مالک قوتیں نہ صرف اسلام دشمن اور مذہب بیزاری ہی کی داعی ہیں بلکہ انسانی فطرت عمل کے ساتھ مطابقت رکھنے والے دین اسلام سے ان کا خوف کھانا اس لیے برمحل ہے کہ فکری رفعتوں اور سائنسی ترقیوں کے اس دور میں ساتھ نہ دے سکنے والے ان کے اپنے غیر مطابق فطرت مذاہب خود ان کی اپنی نگاہوں میں بے قیمت بن رہے ہیں اور آج اس زندہ حقیقت کا کھلی آنکھوں دنیا مشاہدہ کر رہی ہے کہ اسلام کے برخلاف اپنے عالم گیر وسائل نشر واشاعت کے بے تحاشا استعمال کے باوجود یورپ اور امریکا میں بتائید خداوندا اسلام کے حلقہ بگوش ہونے والوں کی تعداد دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہے۔

اس مختصر تحریر کے اختتام پر یہ عرض کیے بغیر اطمینان نہیں ہوتا کہ آج عوامی ذہن سازی کا سب سے بڑا ذریعہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ہیں جن کی پُر تاثیری محتاج بیان نہیں ہے، لیکن بصد افسوس اس ناقابل انکار حقیقت کا اظہار بھی ناگزیر ہے کہ یہ ضروری ذرائع ابلاغ دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے آخری بین الاقوامی دین فطرت ''اسلام'' کو کما حقہ میسر نہیں ہیں اور جس درجہ میں میسر بھی ہیں تو ان کا استعمال اسلام کے لیے برمحل نہیں ہو رہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اربابِ فکر اکیسویں صدی کے استقبالیہ ایجنڈے میں ''اسلامک میڈیا'' کو اسی اہمیت کے ساتھ شامل فرمائیں کہ اسلام جس کا بجا طور پر ہی نہیں بل کہ لازمی طور پر مستحق وضرورت مند ہے۔

ان طالب علمانہ کلمات کے ساتھ دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ اکیسویں صدی میں کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے اور ہماری حقیر خدمات کو قبولیت عامہ اور مقبولیتِ خاصہ ارزانی فرمائے۔ آمین

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز　　　　از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

☆☆☆